مقالہ برائے سیمینار جامعۃ الامام الالبانی رحمہ اللہ
بوڑھیان۔اتر دیناجپور(مغربی بنگال)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بتاریخ یکم دسمبر ۲۰۲۲م

فکری انحراف: اسباب وعلاج

محمد اشفاق سلفی
مدرس دارالعلوم احمدیہ سلفیہ
دربھنگہ (بہار)

الحمد لله وكفى، وسلام على عباده الذين اصطفى، أما بعد:

فکری انحراف کی تاریخ اتنی ہی پرانی ہے جتنی خود انسانی تاریخ، جب اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا اور فرشتوں کو سجدہ تعظیمی بجالانے کا حکم فرمایا تو ابلیس وہ پہلا شخص تھا جس نے فکری کج روی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے اس حکم سے سرتابی کی اور اپنی بغاوت اور فکری انحراف کا مظاہرہ کرتے ہوئے برملا بول اٹھا کہ وہ آگ سے پیدا کیا گیا ہے جو مٹی سے برتر ہے، بھلا برتر، کمتر کو کیوں کر سجدہ کر سکتا ہے۔ یہ فکری انحراف اور حکم ربانی کے مقابلہ میں قیاس فاسد کی پہلی مثال تھی جو شیطان لعین نے پیش کی۔ جس کے باعث وہ راندہ درگاہ اور دائمی لعنت کا شکار ہوا۔

اعتدال اور وسطیت کی راہ کو چھوڑ کر ایسی راہ اختیار کرنا جو دین، فرد اور معاشرے کے لئے ضرر رساں ہو؛ فکری انحراف کہلاتا ہے۔ دنیا میں فساد وبگاڑ کا کوئی بھی واقعہ رونما ہوتا ہے تو اس کے پیچھے یہی فکری کج روی پنہاں ہوتی ہے، فکری انحرافات نے دنیا میں فساد وبگاڑ کے پھیلاؤ میں کیا رول ادا کیا ہے؛ اگر ہم تاریخی اعتبار سے اسکا جائزہ لیں تو یہ مضمون خاصا طویل ہو سکتا ہے۔ تاہم اسکی سنگینی کو واضح کرنے کے لئے اسے مختلف ادوار میں تقسیم کرکے اس کا مختصر جائزہ لینے کی کوشش کرتے ہیں:

فکری انحراف اسلام کی آمد سے پہلے:

دنیا میں شرک وبت پرستی پھیلنے کے اسباب وعلل کو تلاش کرنے پر یہ بات ہمارے سامنے آتی ہے کہ انسانوں نے خالق کائنات کی عبادت وبندگی چھوڑ کر، اصنام واوثان کو اسی وقت اپنا معبود بنایا جب انکے انداز فکر میں کجی آئی ورنہ نوح علیہ السلام کی قوم سے پہلے دس صدیوں تک لوگ صرف اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی خالص عبادت اور اس کی وحدانیت پر قائم تھے، اللہ

تعالی فرماتا ہے، ﴿ كَانَ ٱلنَّاسُ أُمَّةً وَٰحِدَةً فَبَعَثَ ٱللَّهُ ٱلنَّبِيِّۦنَ مُبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ ﴾ [البقرة: ٢١٣]. شیطان نے جب نوح علیہ السلام کی قوم کو صلحاء پرستی کے جال میں پھنسایا تو سب سے پہلے انکی برین واشنگ کی اور انکے انداز فکر کو بدلا اور پھر اگلے مرحلے میں آسانی سے انہیں شرک کے دلدل میں دھکیل دیا، اور یوں دنیا میں اللہ کو چھوڑ کر معبودان باطلہ کی پرستش کا آغاز ہوا۔

بنی اسرائیل میں فکری انحرافات:

بنی اسرائیل کی تاریخ کا جب ہم بغور جائزہ لیتے ہیں تو جا بجا ہمیں انکی فکری کج روی کا مظاہرہ دیکھنے کو ملتا ہے۔ فرعون اور اس کے لشکر کی غرق آبی کے بعد جب بنی اسرائیل بدترین قسم کے عذاب سے نجات پا گئے، تو ہونا یہ چاہیے تھا کہ وہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے شکر گزار ہوتے، لیکن انکی فکری انحطاط اور ناشکری کی بدترین مثال دیکھئے کہ جیسے ہی وہ مصر سے نکلے اور مشرک قوم سے انکا سامنا ہوا، انہوں نے فوراً حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اپنے لئے معبود مقرر کردینے کی مانگ کی: ﴿ ٱجْعَل لَّنَآ إِلَٰهًا كَمَا لَهُمْ ءَالِهَةٌ ۚ قَالَ إِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُونَ ﴿١٣٨﴾ ﴾ [الأعراف: ١٣٨]. "ہمارے لئے معبود مقرر کردیں جیسے ان لوگوں کے لئے ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ تم جاہل لوگ ہو"۔

انکے فکری انحرافات سے موسیٰ علیہ السلام ہمیشہ پریشان رہے، انکی کج روی کی مثالیں سورہ بقرہ، اعراف، یونس اور طہ میں دیکھی جاسکتی ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد بنی اسرائیل نے اپنے انبیا اور رسولوں میں سے بہت سوں کو قتل کیا اور دیگر تمام کو اذیتیں دیں، حتی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسے جلیل القدر پیغمبر کے قتل کے درپے ہوئے، اور جب اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی طرف جسم وروح کے ساتھ زندہ اٹھالیا تو انکی ذات میں افراط وتفریط کا ایسا مظاہرہ کیا جس نے انکی فکری زبوں حالی اقوام عالم کے سامنے واضح کردی۔ نصاریٰ میں کسی نے نعوذ باللہ انہیں اللہ کہا، تو کسی نے اللہ کا بیٹا اور کسی نے انہیں تین خداؤں میں سے ایک گردانا، جبکہ غضب الٰہی کی شکار قوم یہود نے انہیں ولد الزنا تک کہہ دیا۔ قاتلهم الله أنى يؤفكون

فکری انحراف اسلام کی آمد کے بعد:

أ- **عہد نبوت:** نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بعثت کے فوراً بعد سے صحابہ کرام کی اخلاقی، روحانی اور فکری تربیت کا آغاز کر دیا تھا۔ جب آپ کو صحابہ کرام میں سے کسی کی فکر کے اندر بے اعتدالی کی جھلک دکھائی

دیتی، آپ فوراانکی اصلاح فرماتے، سیرت طیبہ میں ایسی بہت ساری مثالیں ملتی ہیں، چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

دعوت دین میں جلد بازی سے بچنے کی تلقین:

1) جب مکہ میں مسلمانوں پر قریش کی ایذار سانیاں سخت ہو گئیں اور مسلمان مصیبتوں میں گھر گئے، توانہوں نے فورا اللہ سے قریش کے خلاف التجائیں کیں، جن میں قریش کے خلاف عذاب کی التجا بھی تھی، اللہ سبحانہ وتعالی کو مسلمانوں کا یہ استعجال پسند نہیں آیا، ہوناتو چاہیے تھا کہ مسلمان ان مصائب و مشکلات پر صبر کرتے لیکن وہ اپنے اعدا کے خلاف عذاب کے نزول کے خواہشمند ہو گئے۔ اللہ کہتا ہے: ﴿ أَمْ حَسِبْتُمْ أَن تَدْخُلُوا۟ ٱلْجَنَّةَ وَلَمَّا يَأْتِكُم مَّثَلُ ٱلَّذِينَ خَلَوْا۟ مِن قَبْلِكُم ۖ مَّسَّتْهُمُ ٱلْبَأْسَآءُ وَٱلضَّرَّآءُ وَزُلْزِلُوا۟ حَتَّىٰ يَقُولَ ٱلرَّسُولُ وَٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ مَعَهُۥ مَتَىٰ نَصْرُ ٱللَّهِ ۗ أَلَآ إِنَّ نَصْرَ ٱللَّهِ قَرِيبٌ ﴿٢١٤﴾ ﴾ [البقرة: ٢١٤]." کیا تم یہ گمان کئے بیٹھے ہو کہ جنت میں چلے جاؤ گے حالانکہ اب تک تم پر وہ حالات نہیں آئے جو تم سے اگلے لوگوں پر آئے تھے انہیں بیماریاں اور مصیبتیں پہنچیں اور وہ یہاں تک جھنجھوڑے گئے کہ رسول اور ان کے ساتھ کے ایمان والے کہنے لگے کہ اللہ کی مدد کب آئے گی؟ سن رکھو کہ اللہ کی مدد قریب ہی ہے"۔

خود پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خباب رضی اللہ عنہ کی سرزنش کی جب وہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں قریش کی ایذار سانیوں کی شکایت کرنے آئے اور آپ سے یہ فریاد کی کہ آپ اللہ سے قریش کے خلاف مدد کی دعافرمائیں آپ نے فرمایا کہ تم سے پہلے جو لوگ تھے ان میں اہل ایمان کی یہ شان تھی کہ جب وہ اپنے ایمان سے پھر جانے سے انکار کر دیتے تو ان میں سے کسی کو زمین میں گاڑ کر آرے سے دو ٹکڑے کر دیا جاتا تھا، یا اسکے جسم کے گوشت کو، لوہے کی کنگھیوں سے الگ کر دیا جاتا پھر بھی ان کے پائے استقامت میں لرزش نہیں آتی تھی۔ اللہ کی قسم اللہ اپنے اس دین کی تکمیل کرکے رہے گا، یہاں تک کہ ایک سوار صنعاء سے حضر موت تک سفر کرے گا اور اسے سوائے اللہ کے، اور اپنی بکریوں پر سوائے بھیڑیوں کے کسی اور کا خوف نہ ہو گا۔ لیکن تم لوگ جلد بازی کر رہے ہو۔(صحیح بخاری: 6943)۔

2) جب بیعت عقبہ ثانیہ کے موقع پر انصاری صحابی عباس بن عبادہ بن نضلہ رضی اللہ عنہ نے آپ سے کہا کہ اے اللہ کے رسول اگر آپ اجازت دیں تو ہم اپنی تلواروں کے ساتھ اہل منی (قریشیوں) پر ٹوٹ پڑیں، آپ نے سختی سے

انہیں منع فرمایا اور کہا کہ اپنے خیموں کی طرف لوٹ جاؤ (مسند أحمد: 15798 والبیہقی فی دلائل النبوہ: 449/2)۔

ان دو واقعات پر اگر غور کریں تو یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ان دونوں صحابی کی تجاویز پر عمل درآمد کی صورت میں اسلام اور مسلمانوں کے لئے کیا کیا پریشانیاں اٹھ کھڑی ہوتیں، ان کا ادراک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اچھی طرح سے تھا اسلئے انکی تجاویز کو رد کر کے انکے انداز فکر کو آپ نے صحیح سمت دی، اور دین کی نشر واشاعت میں صبر و تحمل کی اہمیت کو انکی نگاہوں کے سامنے واضح انداز میں رکھا، اس قسم کی مثالیں ہمیں مدنی دور میں بھی ملتی ہیں جنگ احد میں مسلمانوں کو جن نقصانات سے دوچار ہونا پڑا اسکی واحد وجہ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جانب سے جلد بازی میں قائم کی جانے والی رائے تھی کہ مشرکوں کو شکست ہوگئی ہے اور اب ہمیں اس پہاڑی کی حفاظت کرنے کی ضرورت نہیں ہے جس پر اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں متعین فرمایا تھا۔ حتی کہ عبادات کے باب میں بھی جب بعض صحابہ کرام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کو کم گردانتے ہوئے اپنے آپ کو بعض عبادات کا سخت پابند کرنا چاہا تو نہ صرف آپ نے انکی شدت پسندی پر ان کی زبردست سرزنش کی بلکہ اپنے آپ کو انکے لئے اسوہ اور نمونہ قرار دیا(صحیح بخاري:5063)۔

ایک بار صحابہ کرام تقدیر کے مسئلے پر آپس میں بحث ومباحثہ کر رہے تھے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے جب آپ نے تقدیر جیسے مہتم بالشان مسئلے پر جھگڑتے دیکھا تو آپ کا چہرہ مبارک غصے سے سرخ ہوگیا اور آپ نے ان سے مخاطب ہو کر فرمایا: میں تمہیں تقدیر کے مسئلے پر بحث ومباحثہ سے سختی سے منع کرتا ہوں۔ (حسنه الالباني في صحيح الترمذي: ٢١٣٣)۔اس تربیت کا نتیجہ یہ نکلا کہ پھر صحابہ کرام نے اس مسئلے پر لب کشائی کرنے سے نہ صرف گریز کیا بلکہ بعد میں لوگوں کو اس مسئلے پر بحث ومباحثہ کرنے سے روکا اور انکے انداز فکر کو صحیح راہ دی۔ صحیح مسلم میں ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: جب ان کے پاس یحی بن یعمر اور عبدالرحمن حمیری آئے اور ان سے کہا کہ: ہمارے علاقے میں (عراق کے شہر بصرہ میں) کچھ ایسے لوگ ظاہر ہوئے ہیں جو تقدیر کا انکار کرتے ہیں (معبد جھنی اور انکے ہمنوا)، تو ابن عمر نے کہا: کہ جب تم لوٹ کے جانا تو انہیں کہہ دینا کہ میں ان سے بری ہوں اور وہ مجھ سے بری ہیں۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں ابن عمر کی جان ہے اگر ان میں سے کسی کے پاس احد پہاڑ کے برابر بھی سونا ہو اور وہ اسے اللہ کی راہ میں خرچ کر دے، تو اس وقت تک اللہ اسے قبول نہیں کرے گا جب تک وہ تقدیر پر ایمان نہیں لاتا۔۔۔ پھر انہوں نے اپنے والد عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث جو حدیث جبریل سے جانی جاتی ہے، سنائی۔ (کتاب الایمان حدیث:۱)۔

ب- فکری انحراف عہد نبوت کے بعد: عہد نبوی میں جب کسی کے فکر میں کسی طرح کی بے اعتدالی دیکھی گئی تو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً اس کی اصلاح اور درستگی فرمائی، عہد نبوی کے بعد جب اسلامی فتوحات کا دائرہ وسیع ہوا اور مختلف رنگ ونسل کے لوگوں نے اسلام قبول کیا تو ان میں سے بہت سارے ایسے افراد جن کے دلوں میں اسلام کی شمع پوری طرح فروزاں نہیں ہو سکی تھی، وہ اپنے ساتھ سابقہ ادیان ومذاہب کی خرافات اور بے اعتدالیاں بھی لیکر آئے جن کی کچھ مثالیں ہمیں تاریخ کے صفحات میں ملتی ہیں، یہ انحراف اور بے اعتدالی کئی پہلوؤں پر محیط تھیں، کہیں غلو کی شکل میں، تو دین میں کہیں تعنت اور تشدد کی شکل میں، تو کہیں تساہلی اور تقصیر کی صورت میں اور کہیں لایعنی بحث وتکرار کی شکل میں۔ ذیل میں چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں:

قرآن کریم کے متشابہات میں کلام کرنا: بصرہ میں صبیغ بن عسل نامی شخص قرآن کریم کی ان آیات کی تفسیریں پوچھتا پھرتا تھا جو متشابہات کے زمرے میں آتی ہیں، چنانچہ امام ابوعبید الآجری نے الشریعہ (483/1-484-) میں سلیمان بن یسار سے یہ اثر نقل فرمایا ہے کہ صبیغ بن عسل مدینہ آیا اور لوگوں سے قرآن کریم کی متشابہات کی تفسیریں پوچھنے لگا، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو یہ اطلاع پہنچی تو انہوں نے کھجور کی چھڑیاں تیار کروائی، جب وہ انکے پاس آیا تو انہوں نے پوچھا کہ تم کون ہو؟ اس نے کہا کہ میں اللہ کا بندہ صبیغ ہوں۔ حضرت عمر فاروق نے کہا کہ میں اللہ کا بندہ عمر ہوں پھر کھجور کی ان چھڑیوں سے اسے لہولہان کر دیا۔ اس نے کہا کہ امیر المؤمنین بس کیجیے میرے دماغ سے وہ بھوت اتر گیا ہے۔ علامہ عبدالکریم السمعانی نے الانساب (26/3) میں لکھا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قاتل عبدالرحمن بن ملجم المرادی جو خارجی فکر کے بانیوں میں سے تھا، اسی نے صبیغ کو حضرت عمر فاروق کے پاس بھیجا تھا تاکہ وہ ان سے اس قسم کے سوالات کر سکے۔

فکری انحراف، اور بے اعتدالی کی اس راہ نے امت کو کتنا نقصان پہنچایا ہے اس سے امت کا تعلیم یافتہ طبقہ واقف ہے، ایسا نہیں ہے کہ فکری انحراف کی یہ مثالیں صحابہ کرام کے زمانے میں ہی ظاہر ہوئیں بلکہ عہد نبوت میں بھی ذوالخویصرہ التمیمی؛ جس کی عبادت اور زہد وتقوی کی مثال دی جاتی تھی، اس نے بھی اپنی فکری کج روی کا مظاہرہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کیا تھا، چنانچہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جعرانہ کے مقام پر ہوازن کے مال غنیمت کو تقسیمِ کیا تو ایک تمیمی شخص اٹھا اور کہا کہ: اے محمد عدل سے کام لو۔ آپ نے تحمل کا مظاہرہ کرتے

ہوئے فرمایا: تمہاری بربادی ہو، اگر میں عدل سے کام نہیں لوں گا تو کون لے گا؟ حضرت عمر فاروق نے غصے میں کہا: کہ آپ اجازت دیں تو میں اس منافق کی گردن اڑادوں؟ آپ نے فرمایا: کہ ایسامت کرو، کہیں ایسانہ ہو کہ لوگ کہتے پھریں کہ محمد اپنے ساتھیوں کو قتل کردیتے ہیں، پھر آپ نے فرمایا: کہ اس شخص کے کچھ اصحاب ہوں گے جو قرآن توپڑھیں گے لیکن قرآن انکے حلق سے تجاوز نہیں کرے گا (یعنی قرآن فہمی سے محروم ہوں گے)۔ یہ دین سے ایسے ہی نکل جائیں گے جیسے تیر شکار کے جسم سے۔(صحیح بخاری:3138، ومسلم:1063)۔

تاریخ نے دیکھا کہ فکری انحراف کے شکار خوارج کی اس جماعت نے امت کو کتنا نقصان پہنچایااور آج تک ان کی فکری کج روی کی نمائندہ تنظیمیں؛ داعش، القاعدہ، الاخوان المسلمون اور ان کی ذیلی شاخیں امت کو نقصان پہنچارہی ہیں۔ اس فکری انحراف نے شام ویمن اور افغانستان وعراق کا چین وسکون درہم برہم کردیاہے۔

شیعی فکر کا ظہور: خارجی فکر کے بعد جس فکر نے امت کو نقصان پہنچایاہے؛وہ شیعی فکر ہے، جو قرآن اور سنت نبویہ کی عین مخالف ہے، اس فکر کا بانی عبداللہ بن سباء یہودی تھاجو صنعاء کارہنے والا تھا، کہاجاتاہے کہ جس طرح عیسائیت کے بگاڑ میں سینٹ پال نے کردار اداکیا، اسی طرح اسلام کو ضرر پہنچانے میں اس شخص نے مرکزی کردار اداکیا، اسی نے اپنے ہمنواؤں کے ساتھ مل کر جنگ جمل اور صفین کی آگ بھڑکائی، یہی وہ شخص ہے جس نے اسلام میں شخصیت پرستی کی بنیاد ڈالی جو فکری انحراف کی پہلی سیڑھی ہے، یہ کہتا تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وصی ہیں، یعنی اپنے بعد آپ نے امامت وخلافت کی وصیت حضرت علی کے لئے کی تھی، بلکہ وہ انہیں الوہیت کے درجے پر فائز کرتا تھا، جسکی وجہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کے بعض ساتھیوں کو آگ کے الاؤمیں ڈال کر جلادیا۔ شیعیت اور رافضیت کی فکر نے ہر دور میں اسلام اور مسلمانوں کا شدید اور ناقابل تلافی نقصان کیاہے، جو آج تک جاری ہے۔ بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ مسلمانوں کے منحرف فرقوں میں سب سے خطرناک اور اسلام کو نقصان پہنچانے والوں میں سب سے خبیث یہی فرقہ ہے تو مبالغہ نہ ہوگا۔ قاتلهم الله۔

فکری انحراف کی صورتیں دورحاضر میں: موجودہ دور میں فکری انحرافات پوری قوت سے ظاہر ہوچکی ہیں، تواصل وتقارب کے اتنے پلیٹ فارمز دنیا میں ظاہر ہوگئے ہیں جن کی نظیر انسانی تاریخ میں نہیں ملتی۔ ظاہر ہیکہ جب فکر ونظر کی ترویج کے لئے حالات سازگار ہوں تو باطل طاقتیں سب سے پہلے ان سے استفادہ کے لئے لپکتی ہیں۔ چنانچہ آج گھر بیٹھے انسان ان کے باطل افکار ونظریات کا شکار ہورہاہے، اوران افکار سے متاثر ہوکر اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ریشہ دوانیوں

اور ہر زہ سرائیوں پر آمادہ نظر آتا ہے، زمین کی مسافتیں سمٹ گئی ہیں۔ نتیجہ یہ ہے کہ ایک گھر کے افراد مختلف افکار و نظریات سے متاثر نظر آرہے ہیں، اس فکری انحراف کا نتیجہ ہے کہ ہم مسلم ممالک میں کبھی علانیت اور جمہوریت کی اٹھتی ندائیں سن رہے ہیں تو کبھی آزادی نسواں کا پر فریب نعرہ گوش ساعت ہوتا ہے، کہیں اسلامی احکام و قیود سے آزادی کا غلغلہ بلند کیا جارہا ہے، کہیں جنسی بے راہ روی اور انار کی کو قانونی حیثیت دینے کی مانگیں اٹھ رہی ہیں، جب ہم ان فکری انحرافات کے اسباب وعلل پر نظر ڈالتے ہیں تو **ذیل کے کچھ اہم اسباب ہمارے سامنے آشکارا ہوتے ہیں:**

1. **دین کی صحیح سمجھ سے دوری:** آج امت مسلمہ کا ایک بڑا طبقہ جس فکری انحراف کا شکار ہے اس کا سب سے بڑا سبب دین کی صحیح سمجھ سے محرومی ہے، جس کا نتیجہ ہے کہ جاہل اور بے دین افراد امت کے رہنما اور پیشوا بن گئے ہیں، وہ جہالت پر مبنی فتاوے اور احکامات صادر کرتے ہیں خود بھی گمراہ ہوتے ہیں اور بہت سوں کی گمراہی کا سبب بنتے ہیں، وہ دین کے مقاصد سے نابلد ہیں، اپنی خواہشات کے مطابق دین کی تفسیر و تاویل کرتے ہیں، قرآن کریم کی محکم اور واضح آیات کو چھوڑ کر ان آیات سے استدلال کرتے ہیں جو متشابہات کے زمرے میں آتی ہیں۔
2. **صحیح اسلامی تربیت کا فقدان:** تربیت ہی وہ جوہر ہے جو خاک کو کندن بنا دیتی ہے، آج ہمارا مسلم معاشرہ اس پہلو سے دامن بچاتا نظر آتا ہے جس کا نتیجہ ہے کہ صحیح تربیت سے محروم بچے جب گمراہ اور منحرف افکار کے حامل افراد کے رابطے میں آتے ہیں تو آسانی سے انکے افکار و خیالات سے متاثر ہو جاتے ہیں۔
3. **صحابہ کرام اور سلف صالحین کے منہج سے دوری:** اسلام پر چلنے اور دین کو صحیح طرح سے سمجھنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام کو ہمارے لئے آئیڈیل قرار دیا ہے، اللہ کہتا ہے: ﴿ فَإِنْ ءَامَنُواْ بِمِثْلِ مَآ ءَامَنتُم بِهِۦ فَقَدِ ٱهْتَدَواْ ﴾ [البقرة: ١٣٧]. دین کو کیسے سمجھنا ہے اور اس پر کیسے عمل پیرا ہونا ہے صحابہ کرام نے اسے برت کر دکھایا۔
4. **خواہشات کی پیروی:** بہت سے ایسے لوگ جو فکری انحراف کا شکار ہیں، حق کی معرفت کے باوجود وہ حق کی پیروی کرنے سے صرف اس لئے جھجکتے ہیں کہ حق کی پیروی ان کی خواہشات سے متصادم ہوتی ہے۔
5. **خشیت الٰہی سے محرومی:** جو چیز ہمیں گمراہی اور شر کے راستوں سے روکتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کا خوف ہے، ہمیں اسکے سامنے اپنے تمام اعمال کی جوابدہی کا احساس ہر طرح کے انحرافات اور گمراہیوں سے روکنے کا اہم ذریعہ ہے، اسلئے ہم دیکھتے ہیں کہ منحرف فکر کے افراد خوف الٰہی کی صفت سے محروم ہوتے ہیں۔

فکری انحراف سے بچاؤ کی تدابیر:

1. **صحیح علم کا حصول:** جب تک انسان صحیح شرعی علم سے بہرہ ور نہیں ہوگا اس وقت تک وہ فکری انحرافات سے نہیں بچ سکتا۔ کیونکہ علم کی مثال تاریکیوں میں شمع کی سی ہے جو تاریک راہوں میں صحیح طریقہ پر چلنے میں ہماری مدد کرتی ہے۔ فکری ظلمات اور انحرافات کی یلغار کے اس مہیب دور میں صحیح علم ہی ہمیں ان تاریکیوں سے بفضل اللہ تعالی بچا سکتا ہے۔

2. **علماء وصالحین کی صحبت اختیار کرنا:** علماء کرام وہ ہستیاں ہیں جو کسی قوم اور اس کی ترقی کی کشتی کے ناخدا ہوتے ہیں، وہ شبہات اور شہوات کے فتنوں کو ان کے ظہور سے پہلے ہی پہچان لیتے ہیں، امام ابن القیم رحمہ اللہ اپنی کتاب مفتاح دار السعادۃ (140/1) میں لکھتے ہیں: "علم میں رسوخ حاصل کرنے والے علماء وہ گوہر نایاب ہیں، جن کے اوپر سمندر کی موجوں جیسی شبہات حملہ آور ہوں تو بھی انکے پاۓ استقامت میں تزلزل پیدا نہیں ہوتا کیونکہ انکے قدم اس دین کی معرفت میں گہرائی تک ثابت وراسخ ہوتے ہیں، وہ آسانی سے شبہات کو رد کر دیتے ہیں۔ اسی کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ اہل بدعت اور ان کی مجالس سے دوری اختیار کی جائے، اسی میں ایک مسلمان کے دین کی سلامتی پنہاں ہے، فتنوں اور فتنہ پرور افراد سے دور رہنے کے لئے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کافی ہے، آپ نے فرمایا: " من سمع منكم بالدجال فلينأ عنه مااستطاع، فإن الرجل يأتيه وهو يحسب أنه مؤمن ، فما يزال به حتى يتبعه لما يرى من الشبهات"۔ (أخرجه أبو داؤد عن عمران بن الحصين، ح ٤٣١٩)۔ تم میں سے جو دجال کے نکلنے کی خبر سنے اسے چاہیے کہ حتی الامکان خود کو اس سے دور رکھے، کیونکہ انسان اسکے پاس آئے گا اس حال میں کہ وہ خود کو مومن سمجھتا ہوگا، برابر اسکے پاس رہے گا یہاں تک کہ اسکے شبہات کا شکار ہو کر اسکی پیروی کرنے لگے گا، امام ابن بطہ اپنی کتاب الابانة الکبری (451) میں اہل بدعت کے ساتھ مجالست اور انکی مخالطت کے برے اثرات کو واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "میں نے بہت سے افراد کو دیکھا جو اہل بدعت کو گالیاں دیتے تھے اور انہیں برا بھلا کہتے تھے، یہاں تک کہ وہ ان سے مناظرے اور گفتگو کے نام پر ان کی مجلسوں میں شریک ہونے لگے اور کچھ عرصے بعد ان کے شبہات کے جال میں پھنس کر ان کے ہم مشرب ہوگئے، اسلئے ہم بعض صحابہ کرام کو دیکھتے ہیں کہ وہ اہل بدعت کی باتوں کو سننا بھی گوارہ نہیں

کرتے تھے، جیسا کہ امام لالکائی نے ابن عمر ابن مسعود اور ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہم سے اپنی کتاب شرح أصول اعتقاد أهل السنة والجماعة (189188)، میں نقل فرمایا ہے۔

3. **سوشل میڈیا اور مشکوک ویب سائٹس سے دوری اختیار کرنا:** آج جبکہ دنیا انسانوں کی مٹھی میں آچکی ہے، بہت ساری اسلام دشمن تنظیمیں اسلام کے نام پر فکری انحراف کا کھیل، کھیل رہی ہیں، ایسی صورت میں مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ ان علماء کی ہی تقاریر سنیں جو اہل علم کے نزدیک معروف اور مستند ہوں، دینی مسائل کی جانکاری حاصل کرنی ہو تو علماء سے سیدھا رابطہ کریں۔

4. **فکری انحراف سے بچانے کے لئے مساجد کا استعمال:** مسجد جہاں اللہ کی بندگی کا مرکز ہے وہیں اللہ کے بندوں کی فکری، اخلاقی اور سماجی اصلاح کا سنٹر بھی ہے، جب تک مساجد کا یہ کردار مسلمانوں کے درمیان فعال رہا امت ہر طرح کے فکری انحرافات سے محفوظ رہی، ضرورت اس بات کی ہے مساجد کے اس کردار کو پھر سے بحال کیا جائے۔

اگر عہد نبوی کا جائزہ لیتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ مسجد نبوی مسلمانوں کے لئے روح کی حیثیت رکھتی تھی، وہ بیک وقت جہاں اسلام کی نشر واشاعت کا مرکز تھی، وہیں کفر وشرک کے پیروکاروں سے لڑنے کے لئے ہیڈ کوارٹر بھی، وہ غریب ونادار مسلمانوں کے لئے ملجأ وماؤی بھی تھی، علم کے متلاشیوں کی منزل مقصود بھی، سماج اور معاشرے کی اصلاح کا کام بھی یہیں سے انجام پاتا تھا، الغرض یہ کہ دین ودنیا سے متعلق ہر کام یہیں سے انجام پاتے تھے، ہم نے مساجد کے کردار کو محدود کردیا، وہ بس پنج وقتہ نمازوں کی ادائیگی کی جگہ بن گئی، نتیجہ یہ ہوا کہ اپنے مرکز سے کٹنے کے بعد ہم اپنے مقاصد سے غافل اور دور ہوگئے، ہم میں سے بہت سے افراد اہل باطل کے شبہات میں پڑ کر فکری انحرافات کا شکار ہوگئے۔ بلاشبہ جمعہ کے خطبات اور مساجد کے علمی دروس امت کے عقائدی اور فکری و عملی اصلاحات کی راہ میں کلیدی کردار ادا کرتے ہیں۔

اللہ سبحانہ وتعالی سے دعا ہے کہ وہ ہمیں ہر طرح کے انحرافات اور گمراہیوں سے محفوظ رکھے اور جب تک اس دنیا میں رکھے کتاب وسنت اور منہج صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر ثابت قدم رکھے۔ و الحمد لله رب العلمين و صلى الله وسلم على عبده ورسوله المبعوث رحمة للعالمين، محمد وعلى آله وصحبه ومن سلك سبيله واهتدى بهديه إلى يوم الدين.